TQ Class 39 Surah Al-Imran 23-32 Tafseer

تفسیر سورۃ آلِ عمران 23-32

آیت نمبر 23:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ

ترجمہ: تم نے دیکھا نہیں جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے، اُن کا حال کیا ہے؟اُنہیں جب کتاب الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کرے، تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلو تہی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے

یہاں پر اہلِ کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اللہ رب العزت خاص طور پر یہ فرمارہے ہیں۔ لوگوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے ۔سوالیہ انداز ہے ۔اور سوال اس لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔ اور دوسرا یہ کہ ان کو علم دیا جائے ۔تیسرا یہ کہ ان کو سوچنے سمجھنے پر مجبور کیا جائے ۔کیاتم نے نہیں دیکھا ؟ ان لوگوں کی طرف جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا ۔ یہاں پر اس سے مراد یہود کے وہ علماء ہیں۔ جو تورات کا کچھ نہ کچھ علم رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ تورات کے احکامات میں تحریف کرتے تھے۔ اس کو تبدیل کر دیتے تھے ۔جیسے تورات میں شادی شدہ زانی مرد اور عورت کے لیے واضح طور پر رجم کا حکم موجود تھا۔ جب کوئی شریف اور مالدار یا معزز آدمی زنا کرتا۔ تو مختلف بہانوں سے اس کی سزا ختم کر دیتے۔ کمزور آدمی اگر زنا کرتا تو اس پر حد جاری کرتے ۔پھر انہوں نے ایک اور درمیانی راہ نکال لی ۔اور یہ طے کیا کہ زانی کی سزا ایسے ہی مقرر کی جائے جو سب کے لیے ایک جیسی ہو۔زانی مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا اس کا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کر کے اسے بستی کے گرد پھراتے۔ پھر ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا واقعہ ہوا ۔

واقعہ : کہ ایک مالدار یہودی نے ایک یہودن سے زنا کیا یہ دونوں شادی شدہ تھے ۔ان کا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا ۔ان کی غرض یہ تھی ۔کہ شاید اس طرح یہ زانی رجم سے بچ سکے ۔آپ ﷺ نے یہود کے علماء سے پوچھا ۔تم اللہ کی کتاب میں ایسے لوگوں کے لیے کیا سزا پاتے ہو۔ وہ فورا کہنے لگے ۔کہ ہم تو ان کا منہ کالا کرکے انہیں گدھے پر سوار کرکے پھراتے ہیں ۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جو یہود کے علماء میں سے تھے ۔اور اسلام لا چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے فرمایایہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں ۔انہیں کہیے ۔کہ اللہ کی کتاب لاؤ۔ چنانچہ تورات لائی گئی ۔پڑھنے والے نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ کر اسے چھپا دیا ۔اور آگے پیچھے سے پڑھنے لگا ۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے ہاتھ اٹھانے کو کہا۔ تو نیچے رجم کی آیت تھی ۔اس طرح جب علماء کی چوری پکڑی گئی ۔تو مارے ندامت کے وہاں سے اٹھ کر چلتے بنے

۔اس آیت میں ایسے ہی یہودی علماء کے کردار کو بیان کیا گیا ہے ۔ مقدمے کا فیصلہ ابھی باقی تھا ۔تو رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی اور یہودن کو سنگسار کروا دیا ۔

کیا تم نے دیکھا نہیں؟کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے۔ یہاں اس سے مراد اہل کتاب کے وہ علماء ھیں ۔جن کے پاس اللہ کی کتاب کا وہ حصہ موجود ہے۔ یعنی جیسے تورات اور اس کے علاوہ بھی انجیل اور اس کا وہ حصہ جو لوگوں کو ملا تھا۔ وہ بھی اس سے مراد ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ہی لوگوں نے تبدیلی کر لی تھی۔ ان کی حالت بتائی جا رہی ہے ۔ کیونکہ خود تو انہوں نے اس میں آمیزش کر دی ۔اب قرآن حکم بن کر آ گیاہے۔ یہاں **يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ** سے مراد قرآن مجید ہے۔کہ جب انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے۔ **لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ** تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے ۔کسی بھی چیز کا یا جو بھی جھگڑا ہے ۔ جن چیزوں پر ان کو انکار ہے۔ یا جن چیزوں پر ان کو اصرار ہے یا ان کی جو کج روی ہے۔ اس کو دور کرنے کے لیے **لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ** ان کے درمیان فیصلہ کر دے ۔ آگے آسمانی کتابوں کے جو لوگ ماننے والے تھے ۔ ان کی روش بتائی جا رہی ہے۔ کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی ضد کی ایسی پٹیاں باندھی ہیں ۔کہ تورات اور انجیل میں جو باتیں موجود ہیں ۔ جنکی قرآن تصدیق کر رہا ہے ۔ وہ انکار کر دیتے ہیں ۔اور انکار ہی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہدایات تعلیمات کو ماننے کو تیار ہی نہیں ہیں ۔ کتنے تعجب کی بات ہے ۔کہ اہل کتاب پھرگئے۔ اور اس کے بعد انہوں نے قرآن سے منہ اس طرح موڑا کے انجان بن گئے ۔اس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ۔ اللہ تعالیٰ آگے یہ بھی بتا رہے ہیں ۔کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ ان کا مزاج اعراض کا کیوں ہے؟ **وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ** ایک تو یہ کوئی پھر جائے اس کے پھرنے کی کیفیت ایسی ہو۔ کہ بس پھر ہی گیا ۔ **مُّعْرِضُوْنَ** اعراض ہی کی کیفیت ہے پلٹ کر آتا ہی نہیں۔ یہ ان کا اجتماعی مزاج ہے ۔ ان کو سخت ملامت ہے ۔لیکن رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی بھی دلائی جا رہی ہے۔کہ یہ تو ان کی روش ،ان کا مزاج ہے ۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بات بتاتے ہیں۔ کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کہ اعراض کی کیفیت میں رہتے ہیں۔

آیت نمبر 24:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّ غَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ(24)

ترجمہ: وہ ایسا اس لیے کرتے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ دوزخ کی آگ تو ہمیں چھوئے گی بھی نہیں۔ ہمیں مس نہیں کرے گی۔ اور اگر دوزخ کی آگ ہم کو ملے گی بھی تو بس چند روز"اُن کے خود ساختہ عقیدوں نے اُن کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں۔ کہ یہود جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں۔ یا عیسائی جنہوں نے خود تحریف کر لی ہے۔ اہل کتاب کے اس رویہ کی وجہ کیا ہے؟ ان کے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی ان کی اس دلیری کی جراءت کی وجہ کیا ہے ؟ کہ ان کے اسلاف نے ایک غلط عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں ۔کہ یہودی جہنم میں جائیں گے ہی نہیں۔ کیونکہ جہنم کی آگ ان پر حرام کر دی گئی ہے۔ اور اگر گئے بھی تو اتنے ہی دن دوزح میں رہیں گے ۔جتنے دن انہوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی اور دوسری بات یہ بھی تھی۔کہ وہ یہ کہتے تھے ۔کہ ہم اللہ کے انبیاء کی اولاد ہیں ۔**ابن اللہ** ہم اللہ کے بیٹے ہیں ۔چہیتے ہیں ۔حضرت یعقوب علیہ السلام سے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے ۔کہ ان کی اولاد کو سزا نہیں دے گا ۔تو یوں ہمیں سزا نہیں ملے گی ۔اسی طرح نصاریٰ نے کفارۂ مسیح کا مسئلہ گھڑ لیا اور وہ

کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر صلیب پر چڑھا دئیے گئے ہیں ۔اور اپنی اُمت کے گناہوں کا حساب انہوں نے سارا ختم کر دیا ۔اچھا مسلمان بھی اب پیچھے نہیں ہیں۔ اسی طرح کے عقیدے میں کچھ تو کہتے ہیں کہ بس کلمہ پڑھ لیا اور ہم جنّت میں چلے جائیں گے ۔کچھ یہ کہتے ہیں ہم سیّد ہیں یا سیّد بن گئے ہیں ۔کچھ یہ کہتے ہیں۔ کہ ان کی تو ساتوں پُشتیں پاک ہیں۔ جو چاہے کر لیں۔ پھر اسی طرح کچھ لوگ کہتے ہیں ۔کہ بہشتی زیور، بہشتی ایک تو زیور ہے ، ایک کہتے ہیں ۔بہشتی دروازہ ،وہ پاک پتن سائٹ پر ایک بہشتی دروازہ ہے۔ اور سال میں ایک دفعہ کھلتا ہے ۔ جو اس کے نیچے سے گزر جائے ۔ وزیر بھی گزرتے ہیں اور بڑے بڑے جاگیردار بھی وڈیرے بھی اور عام عوام بھی جب وہ کھولا جاتا ہے تو لوگوں کا کوئی حشر اور حال ہوتا ہے ۔کہ جو اس میں سے گزرے گا۔ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ اور پھر تو وہ ضرور جنّت میں جائے گا ۔اسی لیے اس کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں ۔تو آپ سوچ لیں کہ کس کس طرح کے عقیدے ہیں اور کس کس طرح کی باتیں ہیں ۔کہ فلاں بچالے گایا فلاں بچالےگایہ تو ہیں خواہشات اور یہ ہیں سستی نجات کے عقیدے ۔ اللہ تعالیٰ یہاں پر بتا رہے ہیں ۔کہ اہل کتاب میں سے یہودی یہ کہتے ہیں **ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ** کہ دوزخ کی آگ ہم تک نہیں پہنچے گی اور اگر پہنچی بھی تو گنتی کے چند دن۔وَّ **غَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ** انہوں نےخودسے باتیں گھڑلی ہیں ۔ان گھڑی ہوئی باتوں نے ان کے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے ۔ امت مسلمہ کو بھی ان غلط فہمیوں سے نکلنا چاہئے کہ کرےکچھ نہیں اور امید کرۓ 'کہ میں کسی نہ کسی طرح فلاں کو پکڑ کر فلاں کے ساتھ لگ کر میں بھی جنّت میں چلا جاؤں گا۔

آیت نمبر 25

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

ترجمہ: مگر کیا بنے گی اُن پر جب ہم انہیں اُس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دے دیا جائیگا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا

آگے اللہ تعالیٰ قیامت کی منظر کشی اور قیامت کے دن کی بے بسی کا ذکر کرتے ہیں **فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ** کیا بنے گی۔ان پر جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے ۔جس کا آنا یقینی ہے ۔**لَّا رَيْبَ فِيْهِ** جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔**وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ** اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورادیا جاۓ گا ۔اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا ۔زندگی اور موت ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ناگزیر ہیں۔ جو شخص بھی اس دنیا میں ایک دفعہ آ گیا اس کو موت کی گھاٹی میں سے گزرنا ہی ہے اور اللہ تعالیٰ یہاں پر اسی چیز کی طرف متوجعہ کر رہے ہیں ۔کہ آج دنیا میں غلط عقیدے ہیں۔ من مانیاں ہیں۔ خواہشات، باتیں ، دعوے ہیں۔ اور رسمیں ہیں ۔بہت سی غلط چیزیں انسان نے اختیارکر لی ہیں۔ اور اسی کے اندر خوش ہیں ۔جس کے پاس جو کچھ ہے۔ اسی میں وہ خوش ہے۔ تو کیا ہوگا۔ اس دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ جس دن ہم سب کو جمع کریں گے ۔قیامت کی منظر کشی اور قیامت کے دن کی بے بسی کا ذکر کرتے ہیں **فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ** ہم ان لوگوں کو جمع کریں گے کیوں اکٹھا کیا جائے گا۔ حساب کتاب کے لئے ،ہر ایک سے پوچھنے کے لئے، اس کا محاسبہ کرنے کے لئے ۔اور وہ دن بھی ایسا ہے ۔ یہاں پہ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے قانون جزاء اور سزا کی وضاحت کر رہے ہیں ۔قرآن میں جگہ جگہ ہمیں قانون جزاء سزا کی وضاحت ملتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے ۔کہ انسان کو وہی کچھ ملے گا۔ جو اس نے خود کمایا ہے ۔اب آباؤاجداد کی نیکی یا بدی اس کےکچھ کام نہیں آئے گی۔ اتنا

ہی ملے گا جتنا کسی نے عمل کیا ہو گا۔ نہ اس سے کم کیا جائے گا نہ زیادہ ۔کمی تو کسی صورت نہیں ہوگی اگر اللہ چاہے تو زیادہ کر سکتا ہے ۔اس کے عملوں کو بڑھا سکتا ہے۔ وہ دن اتنا سخت ہوگا کہ کوئی انسان دوسرے انسان کے گناہوں کو اٹھانے کیلئے تیار نہیں ہوگا ۔خواہ اس کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں قرآن میں مختلف جگہ پر ایسی آیات ملتی ہیں ۔جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص دوسرے سے بھاگے گا۔ وہ چاہے گا کہ کسی طرح میں اس سے بچ جاؤں۔**سورۃ عبس میں بھی ہے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ {34}وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ {35}ترجمہ:مطلب اُس دن انسان اپنے بھائی سے فرار حاصل کرے گا ۔اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اپنے شوہر سے اپنے بچوں سے** ہر شخص کی اُس دن عجیب حالت ہوگی۔ عجیب بیزاری کی کیفیت ہوگی ۔کوئی کسی کو پہچانے گا ہی نہیں۔

حدیث: جس میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا تھا ۔کہ مفلس کون ہے ؟ تو رسول اللہ ﷺ کو صحابہ نے کیا جواب دیا ۔کہ جس کے پاس درھم اور دینار نہ ہوں۔ ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، قیامت کے دن مفلس وہ ہوگا۔ کہ جب وہ اللہ کے پاس آئے گا۔ تو اس حال میں ہوگا ۔کہ اس نے روزے بھی رکھے ،نماز بھی پڑھی یعنی عبادات تو اس کے پاس ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کسی کو گالی دی،کسی کا خون بہایا،یا کسی کے ساتھ زبان کا غلط استعمال کیا، اب ایسا شخص دعویٰ کرے گا۔ اور اس شخص کی نیکیاں دوسرے کو بانٹ دي جائیں گی۔ ۔اس کے بدلے میں جس کے ساتھ اس نے زیادتی کی ہوگی۔ اب ایک وقت ایسا ہوگا۔کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن ابھی اس کے گناہوں کا بوجھ اس پر ہے۔ دعویٰ دار حق مانگ رہے ہیں۔ اس نے یہ بھی کیا، اب ایسے میں ان کو بتایا جائے گا ۔اس کے پاس نیکی کوئی بچی ہی نہیں کہ اب حساب کتاب مزید کیا جاۓ۔ دوسرے لوگ کہیں گے کہ ہمارے گناہوں کا بوجھ اس کے اوپر ڈال دیا جائے۔

یہاں پر بھی اسی چیز کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ کہ ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا دیا جائے گا۔ اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ اس حصے میں مجھے وہ بات بھی بڑی دل کو ہلاتی ہے۔ افسردہ کرتی ہے ۔میں اس بات کو سوچتی ہوں ۔کہ واقعی وہ لوگ کتنے نیک تھے کتنے اچھے تھے جو چلے گئے ۔

واقعہ: کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے۔ کہ ایک دن پوری رات اس آیت پر ہچکیاں لیتے رہے۔ پوری رات یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ اپنی داڑھی ہاتھ میں پکڑی تھی ۔اور رو رہے تھے ۔کہ نعمان کیا بنے گا ۔جب انسان جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی ،وہ بھی دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی ۔وہ بھی دیکھ لے گا ۔ایک شخص نے کہا کہ جب میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوا تو امام صاحب اسی کیفیت میں تھے یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ اور رو رہے تھے۔ جب میں فجر کیلئے نماز میں گیا۔ تب بھی اسی کیفیت میں بیٹھے تھے، رو رہے تھے۔ پوری پوری رات وہ اس پر گزار دیتے تھے ۔

واقعہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے۔ دن بھر حکومت کے کام کرتے رات کے وقت کوئلوں سے انگیٹھی کو دہکاتے اور پھر اس پر وہ اپنے ہاتھ کو رکھتے، اپنی انگلی کو رکھتے اور پھر کہتے کہ تیرے اندر اتنی سکت ہے۔ کہ تُو جہنم کی آگ میں جل سکے۔ تُو تو اتنی لو بھی برداشت نہیں کر سکتا ۔تو پھر کیسے تُو اللہ کی نافرمانی کر سکتا ہے ۔ اپنا محاسبہ کرتے تھے اور رات

کے وقت گریہ زاری کرتے تھے۔ ان کی بیوی سے کسی نے پوچھابیوی کا نام فاطمہ تھا ۔ پوچھا کہ ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا کوئی عجیب واقعہ بتائیں۔فرمایا، ایساتو کوئ واقعہ نہیں، خدا کی قسم نماز روزے میں آپ سے بڑھ کر نہیں تھے۔ لیکن وہ اللہ سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔انہوں نے اپنی حکومت کی بنیاد فکرِ آخرت پر اللہ کے خوف پر رکھی تھی۔

مسلمانوں کی متاع عزیز یا ہماری متاع عزیز بہت سے تسبیح کے دانے گرانا اور بہت سےنیکی کے عمل ہم اسلام کے شعار سمجھ کر کرتے ہیں۔ جس سے لگتا یہ بہت دیندار ہیں ۔لیکن اگر ان شعار کے اندر، ان کی تہوں میں اللہ کا خوف نہیں ہے ۔آخرت کا ڈر نہیں ہے ۔تو پھر کیا ہے ان کا حاصل ؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیاجائے گا۔

واقعہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا بھی بہت تھا ۔اور ایک دفعہ کسی کو قرض دیا ہوا تھا ۔ آ رہے تھے تو گلی میں اس آدمی کو دیکھا اور اس آدمی نے ان کو دیکھتے ہی راستہ بدل لیا ۔وہ مقروض تھا ۔ ۔مدت گزر چکی تھی۔ تو بھاگتے قدموں سے اس کے پیچھے گئے۔ اور اس کو پوچھا۔ کہ تم نے مجھے دیکھ کر اپنا راستہ کیوں بدل لیا ؟ کیا تم مجھے ملنا بھی نہیں چاہتے ۔تو اس نے بتایا کہ میں نے آپ کا قرض نہیں لوٹایا میں شرمندہ ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے جو میرا قرض دینا ہے ۔میں نے تجھے معاف کیا۔ اور کہنےلگےکہ میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں ۔اس شرمندگی پر جو تمہیں مجھے دیکھ کر ہوئ۔ تم مجھے معاف کر دو ،مجھے تم ! اللہ کے لئے معاف کر دو ۔اور جو قرض ھے۔وہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ۔

ہم تو شرمندہ کر کے خوش ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم مجھے اس شرمندگی کی معافی دے دو۔ اس کو کہتے ہیں۔ خوف آخرت'اللہ کا خوف ہونا ۔کہ انسان کے رویّوں میں تبدیلی آجائے ۔

واقعہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں بنو امیہ کے کافی دیر بعد ، جب یہ بادشاہ بنے تو بنو امیہ میں بہت سی برائیاں آچکی تھیں ۔ اور اس وقت کافی جائیداد بھی بنو امیہ کے بادشاہوں کے پاس تھی ۔جب یہ آئے ، تو انہوں نے لوگوں میں بانٹنی شروع کر دی۔ بنو امیہ کے جو امیر اور بادشاہ تھے ۔ان میں کھلبلی مچ گئی ۔کہ یہ تو کچھ بھی نہیں رہنے دیں گے ۔کیونکہ جائیداد کی تقسیم جو بھی غلط تھی وہ سب نکالتے جا رہے تھے۔ ان کی پھپھیوں کو ان کے پاس بھیجا، رشتہ داروں کو بھیجا، کہ امیر کو سمجھائیں ۔ انہوں نےانگیٹھی جلائی کہ کیا ا پنا ہا تھ اس جلتی انگیٹھی پر رکھ سکتے ہو ۔ اس کو برداشت کر سکتے ہو۔ تو میں کیوں آخرت کو برباد کر دوں اور جہنم کی آگ کو اس سے خرید لوں۔ بڑے مضبوط کردار کے ما لک تھے ۔اپنی باتوں میں اپنے رویہ میں اسی لیے جب حکومت کا کام کرتے تھے۔ تو اس کا چراغ جلتا تھا۔ اور جب اپنا کرتے تھے تو اس کو بجھا دیتے تھے ۔ عاجزی بھی تھی انکساری بھی تھی امانت اور دیانت بھی تھی ۔

انسان میں جتنے بھی مومنانہ اوصاف آتے ہیں ۔وہ آخرت کی فکر سے پیدا ہوتے ہیں ۔عاجزی انکساری ، محبت ، پیار ہے ہر چیز میں ۔اگر نہیں تو انسان واقعی طاغوت ہے شیطان ہے۔ طاغوت سے بھی آگے نکل جاتا ہے ۔سرکشی پر اترتا ہے۔ تو اس کی سرکشیوں کو کون روک سکتا ہے ؟اس کو طوفانوں کی کیفیت سے کون ہٹا سکتا ہے۔ یہ اللہ کا خوف اور آخرت کا خوف ہے ۔جو انسان کو ایک اچھا مسلمان بناتا ہے ۔اور اللہ تعالی یہاں پر اسی چیز کی طرف متوجہ کرتے ہیں ۔اور ہمیں بھی اس پر غور کرنا چاہیے۔

کہ کیا بنے گی ہم پر، جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے ۔جس کا آنا یقینی ہے ۔اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا ۔اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اہل کتاب انکار کرتے ہیں ،اہل مکہ انکار کرتے ہیں، منافق انکار کرتے ہیں ، دنیا انکار کرتی ہے۔ تو ان کو ضرور سوچنا چاہئے کہ قیامت کے دن ان کے انکار کی روش کیا ہوگی؟ ان کا انجام کیا ہوگا ؟وہ یوم الفصل ہوگا۔ اس دن من گھڑت عقیدے کام نہیں آئیں گے ۔آج رنگ رلیاں منانے والے مزے کرنے والے اور ایسے ہی باطل عقیدوں سے اپنے آپ کو نیکیوں سے محروم کرنے والے ان کو جاگنا چاہئے۔ اور سوچنا چاہئے ۔

آیت نمبر 26

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ ١ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: کہو! خدایا! مُلک کے مالک! تو جسے چاہے، حکومت دے اور جسے چاہے، چھین لے جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے بھلائی تیرے اختیار میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے واسطے سے امتِ مسلمۃ کو ایک دعا کی تلقین کی گئی ہے اور یہ دعا اس آیت میں بھی اور اسے اگلی آیت 27 میں اس میں بھی امتِ مسلمہ کو تسلی دی گئی ہے ۔اور اس میں ایک عظیم بشارت دی گئی ہے۔

آیت نمبر،27

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار کو اور جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے

یہ دونوں آیتیں دعا ہیں۔ اور امت مسلمہ کو سکھائی گئی ہیں ۔کہ مشکلات میں پریشانیوں میں ان کو پڑھنا چاہیے۔ جیسے کہ غزوہ احزاب کے موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں ۔جب چٹان رسول اللہ ﷺ نے خود توڑ لی اور منافق اور کافر مذاق اڑانے لگے ۔تو اللہ تعالیٰ نےجو ظالم تھے ۔ان کے جواب میں ان آیتوں کو نازل کر دیا ان آیتوں کے نازل کرنےکا مقصد یہ تھاکہ قوموں کے عروج و زوال اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک نتیجہ ہیں ۔قدرت کاملہ کے طور پر قوموں کے عروج و زوال واقعہ ہوتے ہیں ۔ قوم عاد ہو قوم ثمود ہو ، قوم فرعون ہو یا پھر اہل مکہ ۔ یہ اللہ کی مرضی ہے جو چاہے کرے۔ چاہے تو فقیروں کو غریبوں کو بےتاج بادشاہ بنا دیے۔ ان کو تخت و تاج کا مالک بنا دے ۔اور چاہے تو بڑے بڑے جو بادشاہ ہیں ان سے حکومت اور تخت چھین لے ۔تو آج خندق کھودنے والے جو بظاہر فقیر نظر آتے ہیں، غریب نظر آتے ہیں، مسکین ہیں روٹی تک نہیں ہے ۔کھانے کے لیے پیٹ پر پتھر بندھے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں یعنی کل ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ شام، عراق اور یمن کی حکومت ، اللہ تعالیٰ میسر کردے ۔تو آپ دیکھیں گے کہ یہ جو خوشخبری ہے ، جو تسلی ہے ، جو دعائیں ہیں اس سے پہلی عظیم بشارت پتہ چلتی ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتےہیں ۔کہ ایک طرف تو اہل کتاب حسد کرتے ہیں ۔کہ امامت مسلمانوں کو کیوں مل

گئی ۔بنی اسرائیل میں منتقل کیوں ہوگئی ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی مخالفت اللہ کی فیصلے کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ امامت کا مسلمانوں کو ملنا۔ خانہ کعبہ کی تبدیلی کا ہونا۔ یہ تو اللہ کی رضا ہے۔ اللہ اپنے اقتدار کا مالک ہے ۔جس کو چاہے وہ اپنی حکومت دے دے ۔جس کو چاہے عزت دے دے ۔ سارے کے سارے خزانے اللہ کے پاس ہیں ۔کیونکہ بنی اسرائیل کے لوگ یہ سمجھتے ہیں ۔کہ ہم وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما تا ہے کہ میں جس کو چاہوں وارث بنا دوں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں کا مالک خائن لوگوں کو نہیں بننے دیتا ۔جب کوئی خیانت کرتا ہے ۔اللہ ان خیانت کرنے والے خائنوں سے خزانوں کو چھین کر امانت داروں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان سمجھیں۔ کہ ہم بڑے امانت دار ہیں ۔ ان کے پاس اعمال نہ ہوں۔ اگر ان کے اعمال نہیں ہوں گے ۔تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے بھی چھین سکتا ہے ۔پھر دوسری بات کہ بنی اسرائیل کے لیے عزت ہے ۔ اس آیت میں ایک پیشین گوئی کی جا رہی ہے۔ کہ عنقریب مسلمانوں کے حالات بدلنے والے ہیں ۔اسرائیل کے لیے ذلت ہے ۔اور مسلمانوں کو عزت ملے گی ۔ حکومت ملے گی ۔تمہیں زندگی ملے گی ،تم پریشان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا فیصلہ بتا دیا ۔کہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا ہوگا اور بنی اسماعیل یعنی مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے جو اہم چیز جس پر توجہ دلائی ہے ، کہ مسلمان ایسا نہ ہو کہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھ کر ہی غرور کریں۔ فخر کریں۔ بلکہ ان کو اس ذمہ داری کا حق ادا کرنا چاہئے۔ ایک اچھا مسلمان بننا چاہئے ۔تو آپ دیکھ لیں کہ یہاں پر جو بات کہی جاری ہے ،کہ ایک طرف پیشن گوئی ہے۔ اور دوسری طرف جو کچھ بھی ہے یعنی **تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ** ۔اللہ کے ہاتھ میں ہر طرح کی بھلائی ہے ۔

حکومت دینا واپس لینا عزت دینا اور کسی کو ذلیل کرنا گویا جو کچھ بھی ہے۔ وہ اللہ کے پاس ہے۔ جیسے کہ کسی عربی کا مشہور شعر ہے ۔کہ ایک قوم کے مصائب دوسری قوم کے فوائد ہوتے ہیں "یعنی بنی اسرائیل شکست کھا رہے ہیں ہار رہے ہیں یا ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور دوسری قوم عزت پا رہی ہے ۔کہیں زوال ہے ، تو کہیں عروج ہے۔ کہیں رات ہے ، تو کہیں دن ہے۔ کبھی اچھے دن ہیں ۔تو کبھی برے دن ہیں۔ اصل بات یہ ہےکہ اللہ کے ہاتھ میں ہی ساری کی ساری بھلائی ہے ۔انسان جب رات کی تاریکی دیکھے، غم دیکھے، پریشانیاں دیکھے، جب مسائل دیکھے ۔روزگار نہیں ہے بیماری ہے ۔ مصیبت ہے مشقت ہے۔ دن گزرتا نہیں ، رات بہت لمبی بھی ہو کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو ۔بہرحال وہ رات ہے غم کی رات گزر ہی جاتی ہے ۔ بتایا جا رہا ہے ۔کہ بیدک الخیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کی حکمت، اللہ کی حکومت اللہ تعالیٰ کی مرضی ۔یہ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے ۔ اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کیوں کہ **اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** - وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہاں پر بھی دراصل اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بات بتائی ہے کہ وہ پریشان نہ ہوں ۔ آج کے ان حالات پر بھی یہ آیت بلکل پوری بیٹھتی ہیں۔کہ مسلمانوں کو یہ آیت پڑھنی چاہیے ۔ اللہ سے دعا کرنی چاہیے انفرادی زندگی میں کوئی مسئلہ ہو' مشکل ہے، پریشانی ہے ۔اولاد کے لیے ، روزگار کے لیے کوئی مصیبت ہے ۔ گھر چاہیے ۔کوئی بھی مسائل ہیں ۔تو یہ آیت بہت اچھی ہیں۔ان میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی ، اللہ کی بادشاہت بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خدائ کا بڑا خوبصورت انداز میں اعتراف ہے ۔کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی طرح جوش میں آتی ہے۔ اسی طرح پھر آگے فرمایا رات کو دن میں پروتا ہے ۔اور دن کو رات میں۔ جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے ۔اور بے جان میں سے جاندار کو۔ آپ دیکھ لیں کہ جیسے گٹھلی ہوتی ہے۔اور گٹھلی تو بے جان ہوتی ہے اس میں سے کھجور نکل آتی ہے۔ اس میں آم پیدا ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح بے جان سے جاندار چیز آگئی۔ اور پھر آم کے اندر گٹھلی ہے اور کھجور کے اندر گٹھلی ہے۔ اس کے اندر پھر بے جان چیز ہے ۔اسی طرح جیسے انڈہ ہے انڈے سے مرغی ، مرغی سے پھر انڈہ ۔اس کے اندر بے

جان چیز ہے ۔اسی طرح نطفہ بے جان ہوتا ہے ۔اس سے جیتا جاگتا انسان بن جاتا ہے۔ اسی طرح سردی ہے ۔تو پھر گرمی ہے۔ بہار ہے ، تو پھر خزاں ہے ۔اگر اللہ چاہے تو بڑھاپے میں بھی کسی کو اولاد دے سکتا ہے ۔حضرت ابرا ھیم علیہ السلام اورحضرت یعقوب علیہ السلام کو بڑھاپے میں ہی اولاد دی تھی ۔ بعض اوقات بہت سے سال گزر جاتے ہیں۔ مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں۔ جدید دور کی جدید بیماریاں ، ڈپریشن اچھے بھلے جوان خوبصورت پڑھے لکھے کھاتے پیتے، روزگار والے لوگوں کو ڈپریشن ہے۔ اس میں وہ کرتے کیا ہیں؟ میں کئی ایسے لوگوں کو جانتی ہوں ۔ماں بھی ہے ،بیٹیاں بھی ہیں ۔لڑکی ہے شادی ہو کر آئی ۔اب فطری سی بات ہے کہ جب انڈیا پاکستان سے مسلمان آتے ہیں ۔تو گھر والوں کو چھوڑ کرآتے ہیں ۔جگہ چھوڑی گھر چھوڑا۔ سکول کالج دوست احباب بہت کچھ انسان جب چھوڑ کر آتا ہے۔ بالکل تنہائی ہوتی ہے۔ اس وقت ایک طرف تو گھر گاڑی کھانا پینا فریج چیزیں سب ضروریات زندگی اور اس کے علاوہ جو بھی لوگ امیگرنٹ یہاں پر آتے ہیں ۔باقی سارے مسلمانوں کو چاہیے ۔کہ ان کا ساتھ دیں' اچھی دوستی دیں۔ کیونکہ انسان اپنی ان چیزوں کو بہت یاد کرتا ہے ۔میں مسلمانوں کی تاریخ پڑھ رہی تھی ۔تو اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا ۔کہ وہ مکہ کو بہت یاد کرتے تھے۔ بہت اداس ہوتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہوائیں بھی چلتی ہیں ۔تو مجھے مکہ کی یاد دلاتی ہیں ۔ اس طرف سے جب ہوا آتی ہے۔تو مجھے مکہ یاد آتا ہے۔ اور ویسے بھی آب وھوا کا فرق بھی تھا ۔مکہ سے مسلمان جب مدینہ گئے۔تو بیمار ہو گئے ۔وہ زراعت پیشہ علاقہ تھا ۔لوگ زراعت کا کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے ۔اوران کو وہ آتی بھی نہیں تھی ۔ مکہ کوبہت یاد کرتے تھے۔اور میں سوچتی ہوں انہوں نے تو اللہ کے لئے چھوڑا تھا ۔ہم تو چلو ٹھیک ہے ۔میں یہ نہیں کہتی کہ یہ غلط ہے ۔اگر آپ کا اچھا مستقبل ہوگا۔ تو اسلام کا اچھا مستقبل ہوگا۔ آپ اچھے کامیاب ہوں گے ۔آپ پڑھے لکھے ہوں گے ۔تو اسلام کا مستقبل بھی اچھے ہاتھوں میں جائے گا ۔ ۔ بہرحال نیّتوں کو درست کرنا ۔اور اپنے آپ کو تعلیم سے آراستہ کرنا ،کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ۔ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔ یہ ساری باتیں بڑی اچھی ہیں ۔لیکن ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ کہ اگر کسی کے پاس اولاد نہیں ہے۔ تو اس کو تسلی دینا اگر وہ تسلی میں ہے تو عبادت میں ہے۔ اگر وہ مایوس ہوتا ہے ۔تو کفر ہے۔کسی کے پاس روزگار نہیں ہے ۔تو اس کو تسلی دینا ،کہ انشاءاللہ دن بدل جاتے ہیں ،حالات اچھے ہو جاتے ہیں ۔آپ کوشش جاری رکھیں ۔انشاءاللہ ! اللہ تمہارے حالات بدل دے گا -بعض وقت کئی دن گزرتے ہیں۔ بعض وقت کئی مہینے اور کئی سال بھی گزر جاتے ہیں ۔ اصل چیز تو ایمان ہےاور ایمان ہے ہی یقین اور نا یقینی کی کیفیت ،کے درمیان کی کیفیت ۔

قول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ۔کہ اگر آسمان سے یہ آواز آئے کہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی جنتی ہے ۔میں سوچتا ، کہ ہو سکتا ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ آواز آئے ۔کہ سارے کے سارے جنتی ہیں ۔ایک جہنمی ہے ۔ تومیں سوچتا ہوں۔کہ کہیں وہ میں ہی نہ ہوں۔

۔ یہاں پر ہمیں جو چیز سکھائی جا رہی ہے۔ کہ عزت ہے، یا ذلت ہے ۔ بادشاہت ہے یا محرومی ہے ،اندھیرے ہیں یا روشنیاں ہیں، بہار ہے یا خزاں ہے ، بیماریاں ہیں یا صحت ہے اولاد ہے یا نہیں ،روزگار ہے یا نہیں۔ دن برے ہیں یا اچھے ہیں، لوگو کبھی مایوس نہ ہونا۔ مومن کے پاس ایمان کی دولت اتنی قوی ہے۔ کہ وہ مایوس ہو تو ہوکیوں ؟ یہاں پر بھی یہی بات بتائی گئی ہے۔ کہ وہ جس کو چاہتا ہے۔ رزق دیتا ہے۔ اور بغیر حساب کے دیتا ہے۔ ایک طرف تو کائنات کے نظام سے گواہی دی ۔ دن ، رات ،زندہ ،مردہ کی مثال دے کر کائنات کے نظام سے یہ بات بتائی ۔ کہ یہ اللہ ہی کا اختیار ہے ۔ تم لوگ اللہ کی طرف رجوع کرو ۔اللہ سے اپنی لو لگاؤ ۔یہ بہت خوبصورت تشبیہ ہے ۔کہ کس طرح روشنی ہوتی ہے

اور روشنی تاریکی میں اور تاریکی روشنی میں چھپ جاتی ہے۔ سورج چاند زمین کی آپس کی گردش لیل و نہار پورے تسلسل سے چکر لگاتےہیں۔ یہاں جو بات بتائی جاری ہے۔ وہ یہ کہ آج زندگی ہے۔ تو موت بھی آئے گی ۔ پھر حساب کتاب بھی ہوگا ۔آج روشنی ہے تو رات بھی ہوگی۔ اور رات ہے تو پھر روشنی بھی ہوگی ۔خزاں ہے تو بہار بھی ہوگی ۔آج ہم جوان ہیں ۔تو کل بوڑھے بھی ہوں گے ۔تو پھر ہمیں ہمت پکڑنی چاہیے۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیے۔ کہ آج اگر مسلمانوں کا اور اسلام کا پودا پریشان حال ہے۔یا اس پر طوفان آیا ہے۔ تو انشاءاللہ وہ سرسبز ہوگا۔ وہ تناور درخت بنے گا ۔پھلے گا ، پھولے گا ۔اس پر بہاریں آئیں گی۔مسلمانوں کو ایک امید باندھنی چاہیے۔ کہ اللہ تعالی جو بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔جس کو چاہتا ہے کثرت سے د یتا ہے ۔بعض اوقات کچھ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوتے ہیں۔ان پڑھ ہیں اور بہت اچھا ان کا کام ہو رہا ہے۔ اللہ ان کو بہت نوازتا ہے ۔ بعض اوقات پی ایچ ڈی والے لوگ بے کار بیٹھے ہیں ۔ یہ اللہ کی مرضی ہے جس کو چاہےبے حساب دے۔اس کا کوئی باقاعدہ طریقے کار نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ بعض اوقات اللہ اس طرح سے نوازتا ہے کہ جس کا انسان گمان بھی نہیں کر سکتا۔ غیابات الجُب کا لفظ آتا ہے۔ سورت یوسف میں اندھا کنواں غیابات الجُب سے ہے۔ (اسی سے غیبت بھی ہے) اللہ تعالی نے لوگوں کو وہاں بھیج دیا کہ جاؤ ۔ایک قافلہ ادھر گیا 'کہ پانی لے لیں ۔اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام ملے۔انہیں وہاں سے اٹھا کر مصر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور فرعون کو اس کے لاؤ لشکروں سمیت پانی کی لہروں کے سپرد کر دیا۔ مکہ کے مسلمانوں کو نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کوئی بھی ایسا غزوہ نہیں ہے ۔کہ مسلمانوں نے مکہ پر چڑھائی کی ہو، یہی جاتے رہے اور مسلمان اپنا دفاع کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب فتح مکہ ہوا ۔ تو اس میں بھی جنگ نہیں ہوئی تھی۔پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جیت دی ۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلتاہے اگر گھروں میں حالات اچھے نہیں ہیں ۔گھروں میں مسائل ہیں ۔کسی بھی طرح سے شوہر کی طرف سے ، جوائنٹ فیملی سسٹم کی طرف سے اپنی بیماری کی وجہ سے ، صحت کی وجہ سے ،اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے بعض گھروں میں یہ مسئلہ ہے ۔کہ بیٹی یہاں کیوں ہےبیٹا کیوں نہیں۔ اکثر لوگ مختلف طریقے سے دعاؤں کے لیے کہتے ہیں ۔تو اس پر پریشان نہیں ہوناچاہیے۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر قرآن کو پڑھتے رہیں اور مطالعہ کرتے رہیں۔ تو ایک energy آجاتی ہے۔ جیسے theropy کی جاتی ہے ۔آیات قرآن تھراپی theropy کا کام کرتی ہیں ۔مسائل کو حل کرتی اور ایک ہمت دیتی ہیں۔ لگتا ہے پھر جوان ہو گئے ۔ پریشان حال ہوتے ہیں ۔سوچ رہے ہوتے ہیں۔ کہ ہم بھی اب جواب دیں گے ۔ہم بھی اب خوب سنائیں گے۔ ایک نہیں دس سنائیں گے،۔خوب اچھی پلاننگ کرتے ہیں ۔ اب جب صبح ہوئی قرآن سے گزرے پھر ایسے ہو جاتے ہیں۔ کہ چپ لگ گی۔ گم صم ہو گئے ۔پھر سوچتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سب کا ہی ہوتا ہے ۔ اصل میں ہم مسلمان اگر قرآن کا مطالعہ کرتے رہیں تو حقیقت ہے کہ جن چیزوں کو ہم مسائل سمجھتے ہیں۔ یہ مسائل نہیں رہیں گے۔ اصل مسئلہ تو اللہ تعالی کے ہاں جیت اور ہار کا ہے؟اللہ کے ہاں کامیاب اور ناکام کون ہیں؟ اصل میں، ہم نے چھوٹے چھوٹے، وہ جو گڑیا گڈے کا کھیل بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔ ہم نے ان کھیلوں کو اپنی زندگی کی حقیقت سمجھ لیا ۔ہم چھوٹے انسان ہیں ۔بھولنہار ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں ۔خوب یاد کرتے ہیں۔ پھر جب اترتے ہیں تالاب میں تیرنے کے لئے تو تیراکی بھول جاتے ہیں ۔گاڑی چلانی خوب آتی ہیں، کہ کیسے چلانی ہے ،کیسے بیٹھنا ھے۔بیلٹ لگانی ہے ،اور کیسے سگنل دینا ہے ۔کونسی لائٹ آن کرنی ہے ۔اور کیا کرنا ہے ۔ سارا کچھ ہم سیکھتے ہیں۔ لیکن جب بیٹھتے ہیں تو پہلی دفعہ فیل ۔دوسری دفعہ فیل۔ تیسری دفعہ فیل ۔لوگ فیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو علم کی کمی نہیں ہوتی۔ تو بات یہ ہے۔ کہ علم تو ہے مگرعمل نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ قرآن سے تعلق [practice make perfect] مضبوطی سے جوڑا جائے۔ اور اس کے ساتھ اللہ رب العزت بتا رہے ہیں۔ مومنوں کو، مسلمانوں کو

چاہےانفرادی زندگی ہے یا اجتماعی۔ تمہاری دوستی کس سے ہونی چاہیے؟ تمہارا دوستی کا معیار کیا ہونا چاہیے ؟ تو بتایا گیا کہ ایمان اور محبت الہی کا تقاضعہ یہ ہےکہ ،:

آیت نمبر 28

لا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ (

ترجمہ: مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ "مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنانا۔ اگر کوئی اس کی مخالفت کرےتو وہ کہتے ہیں اس میں حرج کیا ہے ؟کہ اگر نو مسلم ہمارے دوست ہوں۔ تو اس کے لئے بڑی سخت وعید ہے ۔ شائید پاکستان میں رہتے ہوئے یہ آیات اتنی سمجھ میں نہ آتیں۔ جب ملک سے باہر نکلے۔ مختلف طرح کے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ انڈیا کے مسلمان جب وہاں رہتے ہیں۔ مختلف دین کے لوگ ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اب امریکہ ،کینیڈا ،برطانیہ میں دنیا کے ان ممالک میں جہاں پر غیر مسلم بھی رہتے ہیں ۔ یہاں ان آیات کو سمجھنا ۔اور ان پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ جیسے ہمارے بچے جب یہاں کے تعلیمی اداروں میں پڑھتے ہں تو ظاہری حد تک تو دوستی جائز ہے۔ مگر وہ بھی بغیر ضرورت کے پسندیدہ نہیں ہے ۔ان سے گہری ،دلی دوستی کو اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے ۔قرآن میں ہمیں بہت سی آیات ملتی ہیں ۔جس میں اس چیز کی طرف متوجہ کیا گیا **سورۃ الممتحنہ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ(1)ترجمہ: اے ایمان لانے والوں میرے دشمن اور اپنے دشمن یعنی کافر کو اپنا دوست نہ بناو۔** تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی کے"یعنی جب دوستی کرنے سے منع کیا گیا ۔تو کافرسےشادی کا کیا حال ہے؟ اور کیا اس کا مقام ہے؟ پھر اسی طرح اللہ تعالی سورۃ الممتحنہ آیات1 کے آخر میں فرمایا **وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ " ترجمہ: جس شخص نے ان سے دوستی کی۔ وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا** "پھر اللہ رب العزت سورۃ المجادلہ میں فرماتے ہیں کہ "آپ نہ پائیں گے کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت کے دن پر۔ کہ وہ دوستی کریں۔ ایسے لوگوں سے جو مخالفت میں ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی" یعنی دوسرے لوگ تو دوستی نہیں کریں گے ’ خواہ وہ اپنے باپ دادا ہی کیوں نہ ہوں یا اپنی اولاد یا اپنے بھائی یا اپنے خاندان والے۔ یعنی اگر ان کے گھروالوں کا مذہب تبدیل ہو جائےتو کافر لوگ اپنے گھروالوں سے بھی دوستی نہیں کرتے۔ یہاں پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے ۔کہ پھر ہمارے تعلقات ان کے ساتھ کیسے ہونے چاہیں ؟ تو اس حصے میں جو باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ۔ ایک درجہ ہے دوستی کا ۔ قلبی موالات یعنی دلی محبت کا ۔موالات ولی سے ہے ۔جیسے مولا لکھتے ہیں ۔قلبی موالات کا یا قلبی معیت اور محبت کا ۔ تو یہ صرف مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے ۔دلی محبت قطعی طور پر کسی غیر مومن کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ دوسرا درجہ ہے مواسات کا، مواسات،۔ یعنی ہمدردی اور خیرخواہی ۔ یہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی کی جا سکتی ہے۔ بعض لوگ اس سے یہ نہ سمجھیں، کہ جو کافر ہیں۔ ان سے نفرت کرنی ہے ۔یہ مطلب نہیں ہے ۔مثلا آپ جا رہے ہیں خدا نا خواستہ کوئی ایکسیڈینٹ ہوا ہے ،کافر کی گاڑی ہے۔ تو رکنا چاہئے۔ 911 پر کال کرنا اس کی مدد کرنا یا کوئی بھی مناسب طریقہ کرنا چاہیے ۔

کوئی غریب ہے ، بھوکا ہے-یا ضرورت مند ہے ۔پیچھے آپ نے پڑھا تھا ۔ کہ ہدایت تم نہیں دے سکتے۔ یعنی صحابہ یہ سوچنے لگے تھے ۔کہ صرف مسلمانوں کو ہی خیرات کرنی چاہیے ۔ ۔ فرمایا کہ نہیں ہدایت تو اللہ دیتا ہے۔ کہ وہ مسلمان بنتے ہیں-یا کہ نہیں بنتے ۔مگر تم انفاق کے معاملے میں انکی مدد کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتےہیں ۔کہ ان کے ساتھ احسان کا سلوک کیا جا سکتا ہے۔ نیکی کی جا سکتی ہے۔ تیسرا درجہ ہے مدارت کا ۔ اس کا مطلب کہ کسی کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرنا۔ اچھا معاملہ کرنا ۔مہمان کے ساتھ یا دوسرے تیسرا ،جو بھی ہو۔ یہ تیسرا درجہ ہے۔ اوریہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی کی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دفعہ ، کافر جب مسلمان ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی اتنی خاطر مدارت کی۔ اسے اتنا کھلایا کہ اس کا پیٹ ہی خراب ہو گیا ۔ اصل بات یہ کہ مدارت کی جا سکتی ہے ۔لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی بتا دی ۔کہ مؤمن کو چھوڑ کر دوستی نہیں کرنی ہے۔ اور یہ کہ ان کے فتنے سے بچنے کے لیے حکمت کے ساتھ رہنا ہے-یہ بات بھی آپ پڑھیں گی۔ کہ بچنے کے لیے کوئی رویّہ اختیار کرو۔ چوتھا درجہ معاملات کا ہے۔ جیسے تجارت ہے۔ بزنس ہے ۔ ۔ یہ بھی غیر مسلموں کے ساتھ حالات کے مطابق جائز ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی خلفاء راشدین نے بھی ۔اور دوسرے صحابہ نے بھی ۔یہ معاملات کئے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ وہ کافر! جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوں۔ تو ان کے ہاتھ اسلحہ فروخت نہیں کرنا چاہئے۔ تا کہ وہ خریدکر مسلمانوں پر ہی استعمال نہ کریں۔ باقی رہی تجارت۔ تو اسکی اجازت ہے ۔اور ان کو ملازمت بھی دی سکتی ہے۔ ان کی ملازمت لی بھی جا سکتی ہے۔ لیکن ایسی ملازمت جس میں مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچے-**واقعہ :** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے۔ کہ ایک لڑکا تھا اور وہ کسی گورنر کے پاس لکھنے کا کام کرتا تھا۔-آپ رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا ۔ وجہ، کہ اس سے مسلمانوں کے راز نہ باہر چلے جائیں۔

اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جیسے ایک درجہ بتایا موالات کا۔ دوسرا مواسات کا ۔تیسرا مدارات کا ۔چوتھا معاملات کا۔ اگر میں اپنی بات کو سمیٹوں تو دو جملوں میں یوں ہے ۔کہ ان کے ساتھ قلبی دوستی اور محبت تو جائز نہیں ہے۔ لیکن ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ہمدردی کرنا، بزنس یا نفع ان کو پہنچانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ۔کہ مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں ۔جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ۔"ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کرو" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافروں کے پاس کہیں پھنس گیا ہے۔ اور ان کے طرف سے ظلم و ستم کا خوف ہے۔ تو پھر اجازت ہے کہ مسلمان اپنے ایمان کو چھپا لیں یا کافروں کے ساتھ بظاہر اس طرح سے رہیں۔ جیسے کہ انہی کا آدمی ہے ۔یعنی جان بچانے کی خاطر کافروں کے ساتھ وہ دوستانہ رویہ اختیار کریں ۔اگر کسی کی جان کو خطرہ ہو تو کلمہ کفر تک کہنے کی اجازت ہے۔ دل سے انسان نہ مانتا ہو۔ لیکن زبان سے بس اس وقت کے حالات سے بچنے کے لیے اس نے کہہ دیا۔ یہ کن صحابی کی مثال ملتی ہے؟**واقعہ :** حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی-ان کا یہ معاملہ تھا ۔کہ ان کے والد اور ان کی والدہ دونوں کو تکلیف اذیتیں دے دے کر شہید کر دیا گیا۔ اور اب ان کے اوپر ظلم و ستم ڈھائے جا رہے تھے۔ اور یہ روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کہ انہوں نے مجھے مارا اور اس وقت تک نہ چھوڑا۔ جب تک کہ وہ یہ نہ کہیں ۔کہ محمد ﷺ کو برا کہو ۔نعوذ با للہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ تم اپنے دل کی کیسی کیفیت پاتے ہو ۔کہا کہ میں ایمان پر مطمئن ہوں-پھرفرمایا !اس میں کوئی حرج نہیں ۔**واقعہ :** بوسنیا کا ایک بڑا خوبصورت واقعہ ہے ۔خلیل حامدی صاحب روڈ حادثہ میں شہید ہو گئے تھے ۔ عربی کی بڑی کتابیں انہوں نے ترجمہ کیں۔ اور دنیا میں ان کے کئی سفرنامے بھی ہیں۔ ایک دفعہ

بحرین میں انہوں نے ایک لیکچر دیا تھا ۔ انہوں نے اس میں ایک بات بتائی کہ جب وہ بوسنیا گئے۔ تو وہاں ایک کیمپ میں ایک مسلمان ڈاکٹر سے ان کو ملنے کا اتفاق ہوا ۔جس کے شوہر انجینئر تھے۔کہتے ہیں کہ وہ عیسائی تھے۔ اتنا مارا پیٹا انہیں اور کہا کہ تم اللہ کا انکار کرو۔ عقیدہ تثلیث کے ماننے والے تھے۔ تو بیوی سے پوچھنے لگے ۔کہ کیا کروں تو بیوی نے کہا کہ جو مناسب سمجھیں۔ تو انہوں نے ایک ہاتھ کی ایک انگلی کھڑی کی ۔تو بیوی کے سامنے اس کے شوہر کو گولی مار دی۔ اور انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی ۔ اگر وہ تین انگلیاں کھڑی کر دیتے، تو پھر وہ لوگ کچھ نہ کہتے ۔کیونکہ عقیدہ تثلیث کا مطلب تھا کہ تین انگلیاں کرو۔ (بیوی نے نہیں کہا حالانکہ جائز تھا جان بچانے کے لیے) لیکن انہوں نے اس بات کو زیادہ پسند کیا ۔کہ میں کہوں کہ تین ، خدا تو ایک ہی ہے ۔ ایک انگلی بس کھڑی کی کہتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر، جو مسلمان عورت تھی۔ وہ زخمیوں کی مرھم پٹی کرتی تھی۔ اور اپنے مسلمان لوگ جو زخمی ہوتے ۔بڑے فخر سے اپنے شوہر کا یہ واقعہ لوگوں کو سناتی تھی۔کہ میرا شوہر اس طرح سے شہید ہو گیا ۔اسی طرح مکی دور ہو ،یا آج کل کا دور حالات ایسے ہوتے ہیں ۔ یہاں پر مسلمانوں کو یہ بات بتائی جاری ہے کہ اگر کہیں حقیقی خطرہ ہے۔ تو تحفظ کے لیے، بچوں کے لیے ایسا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ تو لیکن اس کو امانتداری سے سوچنا چاہیے **وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ** اللہ اپنے آپ سے تم کو ڈراتا ہے۔ اصل ڈر تو اللہ ہی کا ہے کیوں کہ انسان جب یہ سوچے کہ میں موقع شناس ہوں حالات کے مطابق میں ایسا کر رہا ہوں ،تو اس وقت اس کو یہ بات سوچنی چاہیے۔ کہ **وَ اِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ**کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے ۔ اللہ کو اس کے دل کا حال سب اچھی طرح پتہ ہے۔ جس اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ انسان کافر کے ڈر سے تو مسلمان نہ رہے۔ لیکن اللہ کے ڈر کا اس کو خیال تک نہ ہو۔ بعض اوقات انسان اپنے آپ کوفریب دیتا ہے۔ ایسی کیفیت نہیں ہوتی جیسے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ماں باپ دونوں کو شہید کر دیا گیا۔ انسان کہےکہ میری مجبوری ہے نمازیں چھوڑ دے' نام بدل دےکہ میری روزگار کی مجبوری ہے ۔تو ایسا نہیں ہوتا ۔یعنی پیٹ سے نہیں سوچنا چاہیے ایمان سے سوچنا چاہیے۔ اور ایمان سے سوچنا کیا ہے ؟کہ فتنہ اور شر سے بچانے کی قوت تو اللہ کے پاس ہے ۔اللہ کوئی اور راہ پیدا کردے گا ۔تو مسلمانوں کو کفر کی بجائے ایمان کو اپنے دل میں جگہ دینی چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی نہ کرو۔ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ یہاں پر ولی کا لفظ ہے۔ ولی کون ہوتا ہے؟ دوست اور مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ جائز ہی نہیں ہے۔کہ انسان مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا دوست اور رفیق بنائے۔ اس سے ہمارے لیے یہ بھی اصول نکلتا ہے ۔کہ ہم ضرور اس بات کا جائزہ لیا کریں۔ کہ بچوں کی دوستی کس سے ہے؟ اٹھنا بیٹھنا کن سے ہے؟

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص دیکھ لے کہ کس کو اپنا دوست بناتا ہے ۔ اس کا ایمان اپنے دوست کے دین پر ہے۔

جیسا ساتھی ہوتا ہے ویسے ہی اثرات انسان پر آتے ہیں۔ ہمارے شوہر ہیں بیٹے ہیں بچے ہیں جب باہر جاتے ہیں تو اس بات کا انکو اندازہ ہونا چاہیے۔ کہ کس کو انہوں نے دوست بنایا ہےاور کہاں جا رہے ہیں؟،کس کے پاس جا رہے ہیں؟ کس کے پاس زیادہ وقت گزار رہے ہیں؟

آیت نمبر 29

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ : اے نبیؐ! لوگوں کو خبردار کر دو۔ کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ بهرحال اسے جانتا ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اُس کا اقتدار ہر چیز پر حاوی ہے

پھر فرمایا کہہ دیجئے ۔کہ خواہ تم کچھ چھپاؤ یا ظاہر کر دو۔ اے نبی ﷺ لوگوں کو خبردار کر دیجئے۔ کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے بہرحال اللہ اسے جانتا ہے۔ خواہ تم اسکوچھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ دراصل یہ بتایا جارہا ہے ۔کہ جب آسمان و زمین کی خدائی اللہ کی ، عزت اللہ کے پاس، سب کچھ اللہ کے پاس ہے۔ تم بظاہر تو کہہ رہے ہو کہ میری مجبوری ہے ۔میرے حالات ایسے ہیں جو میں ایسا کر رہا ہوں ۔لیکن یہ بات مت بھولنا ۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ایک ایک چیز کو جانتا ہے۔ تمہارے ایک ایک روپے کو جانتا ہے، جو کچھ بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ بھی تم چھپاتے ہو۔ اللہ کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ سوچنا چاہیے کہ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں میرے عمل کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیونکہ دنیا سے انسان چھپا سکتا ہے لیکن اللہ سے انسان چھپا نہیں سکتا۔ **مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ** جو کچھ بھی دلوں میں ہے، اچھا ہے تو بھی اللہ کو پتہ ہے۔ **واقعہ :** ایک دفعہ سر سید احمد خان کو کسی نے خط لکھا۔ اور کہا کہ میری یہ مجبوری ہے ۔کہ نوکری کی وجہ سے جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکتا ۔نماز کے لیے مشکل ہے۔ تو کہا کہ تم ایسیے روزگار پر دو حرف لکھو یعنی استعفی لکھو ۔لعنت بھیجو ایسی نوکری پر جو انسان کو اللہ کی نماز سے عبادت سے روک دے ۔

ہماری بیٹی کے سکول سے لیٹر آیا تھا ۔ لیٹر بھی یہ تھا کہ ڈانس کی اجازت ہےکہ نہیں۔ کہنے لگی کہ جب ہمارا ٹیچر آیا ۔تو میں نے اس کو بتایا ۔کہ مجھے اجازت نہیں ہے اس کی کلاس میں دس بارہ اور بچے بھی ہیں ۔کہتی ہے کوئی بھی اور نہیں بولا ۔کہنے لگی کہ جب میں بو لی ۔تو پھر انہوں نے سب کے گھروں میں ایک لیٹر بھیجا ایک کرسچن نے بھی اس میں لکھا ہے۔ کہ ہمیں بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ بچوں کو بھیج دیا پیلی بسوں میں بٹھا کر اور بائے بائے کیا اورخوش ہوگئے ۔ لمبی سوئیں کھائیں پیئیں ،مزے کریں وہ آئیں گے ،تو دیکھ لیں گے۔ فکر نہیں ہے ۔کہ بچے وہاں کیا سیکھ رہے ہیں ؟ پھر دوستیوں کے اثرات بھی آتے ہیں ۔**واقعہ :** احمد شہاب اسکولر ہیں ۔انہوں نے کہا مجھے فون آیا۔ 18 سال کا کسی کا لڑکا تھا۔ آدمی کا فون آیا، وہ رو رہا تھا۔ کہ احمد شہاب آئیں۔ میرا بیٹا مجھے مار رہا ہے۔

ایک تو یہ کہ باقاعدہ مارنا اور دوسرا یہ ہے کہ ویسے ھی مارنا ۔زبان کا غلط استعمال، والدین کی عزت نہ کرنا۔ یہ سب باتیں دوستی کے نتائج ثمرات اور اثرات ہیں۔ جس پر ہمیں سوچنا چاہیے **۔وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔کہ وہ جانتا ہے ۔جو کچھ آسمانوں میں ہے ۔اور جو زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدر رکھتا ہے ۔ بڑی خوبصورت مثال یہاں اللہ تعالیٰ نے دی۔ جب اللہ تعالیٰ کو آسمان اور زمین کی ہر چیز کا پتہ ہے۔ تو تمہارے دل کے اندر کیا ہے اس کا نہیں پتہ ہوگا ۔ مجبوری ہے یا تم فرار حا صل کر رہے ہو یا فائدہ اٹھا رہے ہو۔ بعض لوگ واقعی مجبور ہوتے ہیں اور بعض لوگ فرار کی کیفیت میں ہوتے ہیں، بہانے بازیاں کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتےہیں۔کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

آیت نمبر 30

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

ترجمہ: وہ دن آنے والا ہے، جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا۔ خواہ اُس نے بھلائی کی ہو یا برائی اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا ۔کہ کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا! اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے ۔اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًافرمایا کہ وہ دن آنے والا ہے۔ جب ہر نفس اپنے کیئے کا پھل حاضر پائے گا۔ یہ آیات بڑی سخت ہیں ۔ہمیں ہلاتی اور متوجہ کرتی ہیں ۔کہ انسان تو نے کبھی اس بات پر سوچا بھی تو ذرا۔زرا غور تو کر۔ کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے۔ جب ہر نفس اپنے کیئے کا پھل جو بھی اس نے اعمال کیے ہیں۔ اس کا نتیجہ وہ اپنے سامنے حاضر پائے گا ۔اب دیکھیں آپ لوگ ٹیسٹ کرتے ہیں اچھا ہوتا ہے تو انتظار ہوتا ہے کہ کب ملے گا ۔جب غلطیاں ہوتی ہیں تو چاہتے ہیں کہ دیا ہی نہ جائے ۔دل ہی نہیں چاہتا کہ نتیجہ بھی آئے۔ کھانا اچھا پکا لیں تو دل چاہتا ہے۔ کب کھولیں کب دیں سب کو۔ اور جب اس میں کچھ کمی بیشی ہو جائے نمک ہی نہیں ڈالا بھول گئے جل جائے کوئی اور غلطی ہو جائے تو کھولنے کو دل نہیں چاہتا ۔محنت بڑی کی ہوتی ہے۔ افسردہ بھی ہوتے ہیں ۔کپڑا سینے لگے ،کاٹنے لگے تو خراب ہو گیا ،پریشانی ہے ۔جب اچھا سیا کوئی دیکھتا ہے تو تعریف چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے کیا۔ دنیا میں بھی اچھی چیزوں کا ہم کریڈٹ چاہتے ہیں۔ اور بری چیزوں کو سمیٹ دینا چاہتے ہیں ۔لیکن وہاں یہ کہ **كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا** وہ دن آنے والا ہے ۔جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا ۔خواہ اس نےبھلائی کی ہو یا برائی **وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ** اچھا کیا ہے یا برا دونوں طرح وہ اس کو حاضر پائے گا۔یہ آیت ہمیں پیغام دیتی ہے ۔ ہماری غفلت کی زندگی پر پانی کے چھینٹے ڈالتی ہے۔ ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار کرتی ہے۔ کہ ہمیں چوکنا ہوجانا چاہئے، محتاط ہو جانا چاہئے ۔جیسے گاڑی چلانے والا بہت محتاط رہتا ہے ۔کہ ذرا سی اس کی لغزش ،ذرا سا آنکھ کا لگنا ،ذرا سی اس کی بھول سے ، اس کی زندگی اور دوسرے کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے بہت محتاط ہوتے ہیں ۔اسی طرح ایک مسلمان کو بھی محتاط ہو کر زندگی گزارنی چاہئے ۔کہ کہیں اللہ کی نافرمانی نہ ہو جائے۔ مجھے بڑی اچھی مثال لگتی ہے۔ جیسے کہ ایک زمانے میں عورتیں پانی باہر سے لے کر آتی تھی۔ تو پگڈنڈی پر چلتی تھیں۔ اور گھڑا سر پر رکھا ہوتا تھا۔ اور یعنی ہاتھ بھی اوپر نہیں ہوتا تھا۔ پگڈنڈی بڑی باریک سی ہوتی ہے بہت باریک سا راستہ ہوتا ہے ۔اور عام بندہ یا ہر شخص نہیں چل سکتا ۔کچھ لوگوں کو اس کی بڑی اچھی عادت ہوتی ہے ۔ وہ اسے سر پر رکھ کر بغیر ہاتھ رکھے چلتے ہیں ۔لیکن ان کو ایک توازن آ جاتا ہے ۔ ان کا گھڑا گرتا نہیں ۔پانی سے بھراہوا یا لسی سے بھرا یا دودھ سے بھرا ھوا ۔تو' جو مومن ہوتا ہے۔بلکل اسی طرح سے نپی تلی بات کرتا ہے ۔نپے تلے قدم رکھتا ہے۔ کہیں اللہ کی نافرمانی نہ ہو جائے اور بعض اوقات آپ کا مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی غلط بات کرنا۔ بس بات کے کہنے میں کچھ ایسی کمی بیشی ہو جاتی ہے ۔کہ دوسرا شخص غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔یہاں اس چیز کی طرف متوجعہ کیا جا رہا ہے ۔کہ انسان کو اپنے اعمال پر غور کرنا چاہیے۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کس لیے کر رہا ہے تاکہ اس کے اعمال اتنے اچھے ہوں کہ اللہ کے ہاں پھر اس کو کوئی شرمندگی نہ ہو ۔ **تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا** اس دن انسان یہ تمنا کرے گا ۔کاش اب یہ دن اس سے بہت دور ہوتا ۔برا دن ہو تو انسان چاہتا ہے ۔کہ اس سے دور ہو ۔ اللہ تعالیٰ فرماتےہیں **وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ** اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ کہ اعمال اچھے کرو۔ برے اعمال کرو ہی کیوں کہ پھر شرمندہ ہونا پڑے۔ اور جہنم جانا پڑے ۔حالانکہ اللہ، **وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ** تو اپنے

بندوں کا نہایت خیرخواہ ہے۔ اللہ کی خیرخواہی ہے۔کہ قبل از وقت تمہیں ڈرارہا ہے۔ قبل از وقت تمہیں تمہارے اعمال پر متنبہ کررہا ہے ۔جیسے ماں بچے کو کہتی کہ پڑھ لو پڑھ لو، کل کو خوار نہ ہونا ۔کل جب تم ان پڑھ رہوگے اور پھردھکے کھاؤ گے ۔ ماں اس کو بار بار متوجعہ کرتی ہے ، بچہ ہے کہ اثر ہی نہیں کرتا ۔وہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے ۔اگر ان آیات کو اکٹھا کیا جائے۔ تو اس سے ایک بات یہ پتہ چلتی ہے ۔کہ دوستی مسلمانوں سے ہونی چاہیے ۔کافروں سے گہری دوستی دلی دوستی نہیں ہو سکتی ۔ ویسے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جا سکتا ہے اور باقی رہے ظاہری اور باطنی اعمال تو اللہ کی نظروں سے وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب پتہ ہے کہ انسان کیا کر رہا ہے۔اور دوسری چیز جو یہ آیات بتا رہی ہیں کہ ہم جو کچھ بھی کریں ۔ ہمیں اپنے اعمال کی بنیاد عقیدہ آخرت پر رکھنی چاہیے۔ کہ آخرت میں ہمارا کیا بنے گا ۔کس سے مل رہے ہیں، کسی کو دے رہے ہیں ،کسی کو بلا رہے ہیں ،کس کو نہیں بلا رہے ہیں ۔جو کچھ بھی کر رہے ہیں ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے صحیح روش بتائی ہے کہ پھر دوستی کس سے کرنی چا ہیے۔ محبت کس سےکرو اور کس کے اثرات قبول کرو؟

آیت نمبر 31

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: اے نبی ﷺ لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو ۔اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا ۔وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے

آیت نمبر 32

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ

ترجمہ: ان سے کہو کہ "اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کر لو" پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں

تو ان آیات میں جو بات ہمیں پتہ چلتی ہے ۔وہ یہ کہ بڑی شفقت کا انداز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔کہ لوگوں سے کہو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ یہ تو محبت کا انداز ہے کہ اللہ کی محبت کیسے ملے گی انسان کے گناہ کیسے معاف ہوں گے ۔ دوسری بات کہ پہلی آیت میں ایمان کی اصل روح اللہ کی محبت اور ایمان کی اصل روح کیا ہے ؟ لوگو تم اللہ سے محبت رکھتے ہو؟ اور پھر محبت کی شرط کیا ہے؟ کہ کوئی ایسی محبت جمع نہ ہونے پائے جو اس کی ضد ہو۔ اور اللہ سے محبت کا واحد راستہ ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ؟رسول اللہ ﷺ کی پیروی رسول اللہ ﷺ کا اتباع اس سے ہٹ کر جتنے بھی راستے ہیں ساری کی ساری ضلالتیں ہیں ۔گمرائیاں ہیں۔جو شخص رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے آپ ﷺ کے اسوۂ سے انکار کرے، اور وہ یہ سمجھے کہ میں پھر بھی اللہ کا محبوب ہوں ۔تو وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اگلی آیت آپ دیکھیں تو دین کا کم ازکم مطالبہ کیا ہے؟ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت ۔اور اگر کوئی شخص یہ مطالبہ پورا نہیں کرتا ۔اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کا ،تو پھر وہ شخص دین کا ہی منکر ہے۔**اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ** اللہ تعالی

فرماتے ہیں ۔کہ اللہ تو ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا ۔اس سلسلے میں ہمیں بہت سے ایسی آیات بھی ملتی ہیں ۔کہ جس نے اللہ کی اطاعت ۔اس نے گویا رسول کی اطاعت کی ہے اور ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے حدیث سے اور صحابہ کے واقعات سے کہ اس کو کرناکتنا ضروری ہے ۔اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارے گناہ ماف کر دے اور اللہ ہم سے محبت کرے تو ضروری ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ پر عمل کریں ۔آپ ﷺ کی اطاعت کریں اور اس حصّے میں بڑی خوبصورت مثال ہے ۔

مفہوم حدیث: کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ ایک صحابی جو اصحاب صفہ میں سے تھے اور اصحاب صفہ آپ ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ہر صحابی آپ ﷺ پر جان فدا کرنے کو تیار رہتا تھا اور حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالی کی تو عجیب کیفیت تھی ۔ وہ آپ کے دروازے پر بیٹھے رہتے تھے ۔کہ کوئی کام ہو کوئی بات ہو تو رسول اللہ ﷺ مجھے بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔کہ پھر تم سجدوں سے میری مدد کرو۔ یعنی کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔ کہ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں، تو تم بھی نمازیں پڑھو اور دعا کرو ،تاکہ اللہ تعالیٰ یہ دعا قبول کرلے ۔ ان کا حال یہ تھا کہ غریب بہت تھے ،شادی نہیں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے شادی کیوں نہیں کی؟ آپ ﷺ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی تجرد کی زندگی گزارے ۔تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ میرے پاس اتنا ہے بھی نہیں ۔کہ میں شادی کی ذمہ داری ادا کرسکوں۔ اور دوسرا میں یہ پسند نہیں کرتا ۔کہ کوئی مجھے اپنی طرف اتنا متوجہ کر لے ۔کہ پھر میں اللہ اور اللہ کے رسول کو توجہ نہ دے سکوں یا محبت نہ کرسکوں۔

عجیب ان کا انداز تھا ۔ ہر وقت رسول اللہ کے دروازے پر موجود اور مانگا بھی تو کیا مانگا ۔ آخرت کی فکر تھی۔ حالانکہ دنیا کی زندگی غربت میں گزری تھی ۔کچھ اور بھی تو مانگ سکتے تھے، حالات بدل جائیں ہیرے مل جائیں،خوبصورت بیوی مل جائے ۔مجھے اچھی نو کری مل جائے ۔مانگا تو کیا مانگا۔ جہنم کی آگ سے رہائی اور جنت۔ اور جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ۔

مفہوم حدیث: پھر ایک صحابی کا واقعہ ہے رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جوتے اتار کر لوگ بیٹھیں ، اب رسول اللہ ﷺ نے نماز جب ختم کی تو ایک طرف تو آپ جیسے خطبہ دیتے ہیں کہ بیٹھ جائیں تو وہ صحابی ابھی جوتے اتار رہے تھے اور وہ وہیں جوتوں میں بیٹھ گئے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کہا تھا بیٹھ جاؤ۔ تو میں اسی جگہ اسی حالت میں بیٹھ گیا ۔

یہ تھا لوگوں کی اطاعت کرنے کا انداز۔ پھر اسی طرح ایک واقعہ مجھے بڑا اچھا لگتا ہے ۔

مفہوم حدیث: کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا اگر خریم اسدی کے بال لمبے نہ ہوتے اور تہمند دراز نہ ہوتا، یعنی تہمند ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا تو بہت اچھا آدمی تھا ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی محفل میں موجود نہیں تھے ۔کسی صحابی نے جا کر جب ان کو بتایا تو انہوں نے چھری لے کر کانوں تک اپنے بال کاٹ لئے ،اور تہمند نصف پنڈلیوں تک اونچا کر دیا۔ سنا ! کہ رسول اللہ ﷺ نے بس یہ بات کہی ہے ،فورا اس کے مطابق عمل کر لیا ۔

مفہوم حدیث: پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہا تھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی ۔آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا ۔اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی سونے کی انگوٹھی پہن کر گویا

آگ کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد اس آدمی سے کسی نے کہا، انگوٹھی اٹھا لو۔ اور اسے کوئی دوسرا فائدہ حاصل کر لو۔ یعنی اپنی بیوی ،بہن کو دے دو ،فروخت کر لو کچھ بھی۔ اس صحابی نے کہا اللہ کی قسم جس انگوٹھی کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا ۔

حالا نکہ وہ سونے کی انگوٹھی تھی ۔اور آج ہمارے ہاں ہماری زندگی کا جو سب سے اہم موقع ہوتا ہے۔ دولہا اس کو لوگ سونے کی انگوٹھی پہناتے ہیں ۔مسلمان پہناتے ہیں۔ حالانکہ مرد کے لیے سونا حرام ہے اور ہم کہتے ہیں اس میں حرج ہی کیا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ایک شادی پر جب سونے کی انگوٹھی کا پتہ چلا ،تو میں نے کہا کہ آپ سونے کی انگوٹھی نہ دیں۔ اگر بہت ہی شوق ہے دینے کا تو ہیرے کی دے دیں وہ تو غلط نہیں ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں ۔ہم نے تو دینی ہے۔ اب یہ بھی رسم ہے بعد میں وہ اپنی بیوی کو دے دے ۔وہ کچھ بھی کر لے۔ ہم نے تو یہ دینی ہے ۔ گویا کہ آپ دیں ہی کیوں۔ جو کام اللہ کے نبی ﷺ نے پسند نہیں کیا۔ پھر یا چاندی کی دے دیں،یا نہ دیں ۔لیکن ہمارا حال بڑا مختلف ہے ۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے واقعات تو بہت سے ہیں۔ ہم نے خود اپنے طریقے بنا لئے ہیں ۔ سنت سے ہٹ کر جیسے آج کے دور میں آپ دیکھیں ۔ بہت سے لوگ مختلف طریقوں سے ابھی ربیع الاول کا مہینہ، جیسے گزر رہا ہے۔تو اس میں لوگ کیا کرتے ہیں ۔کتنے جشن کے انداز میں منایا جاتا ہے۔ اور کئی چیزیں ایسی ہیں۔ جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہیں ۔اور لوگ سننے کو ماننے کو تیار نہیں ہیں ۔تو ایسے میں دل کتنا افسردہ ہوتا ہے ۔کہ قرآن کی تعلیمات ایک طرف ہیں اور مسلمانوں کا طرز عمل ایک طرف۔ لیکن اللہ کے نبی ﷺ کے صحابہ کیسے تھے۔ جب کوئی بات ان کے سامنے آ جاتی تھی تو آگے بڑھ کر اس پر عمل کرتے تھے۔مجھے یہ واقعہ بڑا اچھا لگتا ہے۔

مفہوم حدیث : کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے آئے ۔آپ ﷺ کی بیویوں کے پاس آئے ۔ ازواج مطہرات نے بتایا کہ آپ ﷺ کی عبادت کی مقدار کیا ہے ۔صحابہ نے اسے اپنے لیے کم سمجھا ۔کہا کہ وہ تو اللہ کے نبی ہیں۔ ان سے ہمارا کیا مقابلہ، ان سے نہ تو پہلے گناہ ہوئے نہ بعد میں ۔اور ہم معصوم نہیں اس لئے ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہئے ۔چنانچہ ان میں سے ایک نے یہ طے کر لیا پوری رات نفل پڑے گا۔ دوسرے نے کہا ہمیشہ نفلی روزے تیسرے نے کہا کہ وہ عورتوں سے الگ رہے گا شادی نہیں کرے گا ۔آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ خوش نہیں ہوئے ،آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں لوگ ہو، جنہوں نے ایسا اور ایسا کہا ۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ بلا شبہ میں ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں ۔لیکن دیکھو میں کبھی نفلی روزے رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا۔ اس طرح رات بھر نوافل پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور دیکھو میں بیویاں رکھتا ہوں ۔سو تمہارے لئے خیریت میرے طریقے کی پیروی میں ہے ۔اور جس کی نگاہ میں ،میری سنت کی وقعت نہیں، جو میری سنت سے بے رخی برتے۔ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ۔

یہاں بھی یہ کہا جا رہا ہے **فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** جو اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا ۔تو اللہ اس محبت کرے گا اسی طرح آپ دیکھ لیں کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس زمانے کے صحابہ کی ذہنیت کو درست کیا ۔اللہ کے نبی ﷺ کے اسوۂ میں تمہارے لیے بہتری ہے ۔پھر اسی طرح مجھے یہ بات بھی متاثر کرتی ہے ۔

حدیث : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کہ ہم کو یہودیوں کی کچھ باتیں بڑی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ تو آپ ﷺ کی کیا رائے ہے ۔کیا ان میں سے ہم کچھ لکھ لیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا ،کیا تم بھی گمرائی کے کھڈ میں گرناچاہتے ہو ؟ جیسے یہود ونصاری اپنی کتاب کو چھوڑ کر کھڈ میں گر گئے۔ میں تمہارے پاس وہ شریعت لایا ہوں۔ جو سورج کی طرح روشن اور آئینے کی طرح صاف ہے۔ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کرنی ہوتی ۔**امام موسیٰ نے اس کو روایت کیا ہے**

تو بھلے سے وہ کتنی اچھی کیوں نہ لگے ۔ کسی زمانہ میں جو بھی مسلمان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر جو ایمان لائے ان کی کیا ذمہ داری بنتی ہے ؟ کہ وہ اسلام کے جو بھی طور طریقے ہیں ۔قرآن و حدیث ہے ۔اس پر عمل کریں۔ کسی بھی مذہب کی کوئی بھی چیز کتنی اچھی کیوں نہ لگتی ہو ۔ ہمیں اس کے مطابق وہ عمل نہیں کرنا چاہئے ۔

مفہوم حدیث: اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا، کہ تم میں سے کوئی شخص مطلوبہ درجے کا مومن نہیں ہو سکتا ،کہ جب تک میں اس کی نگاہ میں اس کے باپ اس کے بیٹے اور اس کے سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔حضرت عمر رضی اللہ انہوں نے کیا جواب دیا کہنے لگے اے اللہ کے نبی ﷺ آپ مجھے ساری دنیا سے بڑھ کر عزیز ہیں میں آپ سے ساری دنیا سے بڑھ کر محبت کرتا ہوں پر اپنی ذات سے بڑھ کر نہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے عمر تمہارا ایمان ہی مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تم اپنی ذات سے بڑھ کر مجھے نہ چاہنے لگو۔

اور کہتے ہیں ایک لمحہ کی دیر کے بغیر ایک لمحہ کے توقف کے بغیر فورا کہنے لگے، کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں آپ ﷺ سے اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہوں ۔ایک اور واقعہ یعنی ہم اتباع رسول اللہ ﷺ کیسے کریں؟ رسول اللہ ﷺ کی جتنی سنتیں ہیں ۔جتنی بھی ہمیں پتہ چل جائیں ۔ان سب پہ عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو بھی ہم کر سکیں اور لیکن آپ ﷺ کی جو سب سے بڑی سنت ،کہ آپ ﷺ کو فکر رہتی تھی۔ لوگوں کی ہدایت کی فکر رہتی تھی۔ آپ ﷺ ہر وقت یہ چاہتے تھے ۔کہ لوگ مسلمان کیسے ہو جائیں ۔

حدیث : _ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حاضر تھے ۔کہتے ہیں کہ آپ ﷺ منبر پر بیٹھے تھے مجھ کو مخاطب کرکے فرمایا، عبداللہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے حیرت سے پوچھا ۔میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں ! حالانکہ آپ ﷺ پر تو قرآن اتارا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سنوں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی ۔یہاں تک کہ میں اس آیت پر **آیا**

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ، آیت نمبر 41 سورۃ النساء " ترجمہ: جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔ اور تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ".

آواز آئی عبداللہ اب بس ۔کہتے ہیں میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ **روایۃ بخاری ،**

آپ ﷺ کیوں رو رہے تھے ؟آپ کو اس ذمہ داری کا گہرا احساس تھا ۔جس نے آپ کے دل کو پگھلا دیا اور آنکھوں کو نمناک کر دیا۔ کہ لوگوں کو جو حق کی گواہی دینی ہے۔ کہ ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محمد ﷺ تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۔آپ ﷺ رونے لگے آپ کا دل آنکھوں کے راستے بہنے لگے ۔جس نے آپ کی داڑھی مبارک کو بھی تر کر دیا یہ آپ ﷺ کی انسانوں سے محبت تھی۔ اللہ کا خوف تھا اور اسی اسوۂ میں اب میری اور آپ کی ،ہماری نجات ہو سکتی ہے ۔کہ ہم اس پر چلیں۔ اور ہم یہ دیکھیں کہ کتنی دفعہ ایسا ہوتا ہے ۔کہ رات کی تاریکی ہو یا تنہائی ہو یا دن کا اجالا ہو ۔خلوت ہو یا جلوت اور ہماری آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر آئ ہو ۔کہ اللہ جب ہم سے پوچھے گا۔ تو ہم کیا جواب دیں گے ۔ اردگرد انسانیت بکھری ہوئ ہے ۔آگ میں جا رہی ہے۔ اور ہم اپنی زندگی اپنی جو ہماری مرضی کی زندگی ہے۔ اس کو ہم گزار رہے ہیں۔ اور پھر دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کرنا بہت ضروری ہے ۔ سب سے بڑا اسوۂ آپ ﷺ کا یہی تھا ۔کہ لوگ ہدایت پا جائیں اور اس کے لیے ہمیں ضرور وقت نکالنا چا ہیے۔ جو آپ کلاس میں سیکھیں دوسروں کو بتائیں جو قرآن پڑھیں دوسروں کو سکھائیں۔ گھر کے اندر اپنے بچوں کو جب بھی ، جیسے بھی جتنا بھی موقع ملے ۔جہاں بھی موقع ملے۔ کیونکہ ہم بات تو کرتے رہتے ہیں ۔کبھی ایسا ہوا ،کہ ہم خاموش رہے ہیں۔ کبھی چپ نہیں کرتے ہیں ۔ تو پھر کیوں نہ حق بولیں ،ٹھیک بولیں اور موقع کی مناسبت سے بولیں اور جب موقع ملے ۔تو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کریں مجھے رسول اللہ ﷺ کی ایک بات اور بہت اچھی لگتی ہے۔ اس پر عمل کرنے کے طور پر کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے نرمی اور محبت کرنے والے تھے۔ لوگوں کی غلطیوں کو درگزر کرنے والے تھے۔ بڑے شفیق معلم تھے۔

مفہوم حدیث: آپ ﷺ مسجد نبوی میں موجود ہیں، صحابہ آپ ﷺ کے ارد گرد ہیں ۔جو جان تک نثار کر دیں ۔ایک بدو آیا فرش پتھروں کا ہے۔ اور اس نے کھڑے ہو کر پیشاپ شروع کر دیا۔ لوگ دوڑے کہ اس کو روکیں ۔شاید کہ مار ڈالتے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ،کہ اس کو چھوڑ دو ، گویا کہ وہ اپنی حاجت پوری کرلے ۔جب وہ فارغ ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر بہت شفقت سے سمجھایا ۔کہ مسجد ایک پاک جگہ ہے۔ یہاں پشاپ کرنا منع ہے ۔یہ اللہ کی یاد، نماز اور قرآن پڑھنے کی جگہ ہے ۔پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سےفرمایا ۔کہ اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال کر پاک و صاف کردو۔ تم کو نرمی کرنے والا بنایا گیا ہے ۔پھر ایک شخص پانی کا ڈول لایا اور گندگی کو دھو کر صاف کر دیا گیا ۔**روایۃ بخاری و مسلم** ۔

لوگ ہمارے چاروں طرف غلطیاں کرتے ہیں ۔ہم اصلاح کا کام کرتے ہیں ۔ ہم لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں تو کیا ہمارے اندر بھی صبر و تحمل کی اور شفقت و رحمت کی کوئی جھلک ہے ؟جو اللہ کے نبی ﷺ کے اس نمونے میں ہمیں نظر آرہی ہے ۔ہم سختی کی تصویر بنتے ہیں یا تنگی کی؟ ہم اپنے اندر نرمی لاتے ہیں اپنے روئیے میں وسعت لاتے ہیں یا اجڈ پن اور گنوار پن لاتے ہیں۔ ایک بدو بن جاتے ہیں ۔اور دور نہ جائیں اپنا گھر اپنے بچے ہیں ۔اپنے رشتہ دار ہیں دوست احباب ہیں۔ ہمارے اندر نرمی ہونی چاہئے ۔تو اصل بات کہ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی محبت مل جائے ۔اور اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے ۔تو ہمیں رسول ﷺ کا اتباع کرنا چاہئے ۔اور اگر ہم نے رسول اللہ کا اتباع نہ کیا اگر آپ کی پیروی نہ کی۔ تو ہم کتنے ہی دعوے کریں ۔آپ ﷺ سے محبت کے سب جھوٹے ہوں گے۔ اگر ہماری زندگی رسول اللہ ﷺ کے اسوے کے مطابق نہیں ہے ۔تو محبت کے دعوے کرنے سے اچھا مسلمان نہیں بنا جا سکتا۔ جب تک کہ محبت اطاعت کے رنگ میں رنگ نہ جائے ۔آپ کسی سے بھی کہیں میں آپ سے بڑی محبت کرتی ہوں۔ اس کے لیے ذرا سی قربانی ہے۔ اس کا خیال کرنے کو تیار نہ

ہوں ۔تو وہ اس محبت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ اسی کے ساتھ آج کی بات کو ہم ختم کرتے ہیں۔ اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کرے ۔جن کو اللہ تعالیٰ کہتا ہے ۔کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔جو کفر کرنے والے ہیں۔ اور امت مسلماں کا حال تو یہ ہے۔

کہ نہ سامنے کوئی منزل نہ راستہ معلوم

نہ رہزنوں کی خبر ہے نہ رہنما معلوم

یہ کیا مقام ہے اپنا نہیں پتہ معلوم

یہ کیا زمین ہےآخر یہ کون سا گردوں ہے

اِک نعت کہو ں ،سوچتا ہوں کیسے کہوں

تیرے مقام کی عظمت بھلا کے بیٹھے ہیں

تیرے پیام کی شمعیں بجھا کے بیٹھے ہیں

تیرے نظام کا خاکہ اڑا کے بیٹھے ہیں

میں اک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں

تو عمل کے لئے کیا اصول ملتا ہے ۔

تجھے تو کیا تیرے جلوں کی ضو بھی پا نہ سکے

جو زندگی کو تیری راہ میں لٹا نہ سکے

جب تک ہم اللہ کی اطاعت نہ کریں۔

حیاتِ شوق بھی ایک سجدہِ مسلسل ہے ' سرِ نیاز جھکایا تو پھر اٹھا نہ سکے

میری نظر میں وہی سر ہے سر جسے عامر ' زمانہ کاٹ تو ڈالے مگر جھکا نہ سکے۔

تو ایسے توحید سے محبت کرنے والے آخرت سے محبت کرنے والے سر، جو صحابہ کے سر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تربیت کی اور آج امت مسلمہ اور اسلام کو ایسےہی سروں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ